ملزم پر جبر و تشدد کی شرعی و قانونی حیثیت

The legal and Shari Status of Repression Against the Accused

Hafiz Sajid Mehmood Al-Azhari
Lecturer, Department of Islamic Studies, Minhaj University, Lahore
sajidmahmood192@gmail.com
Muhammad Ahmad Raza
Assistant Lecturer, Department of Islamic Studies, Virtual University
Ahmadraza.149@gmail.com

Abstract

Islamic Jurisprudence has enshrined the protection of human life and property, the protection of honor and dignity and the protection of personal liberty and has enacted laws to establish justice in society. Oppression is forbidden in all its forms. Islamic legal system prescribed resources for affirmation of offense such as confession, testimony, oath and evidence. Sometimes a person is accused of usurping someone's rights or committing a crime. If it is proved by a clear argument then accused will be punished by court. it is the clearest and surest source of affirmation of any offense If someone confesses his fault,. But sometimes illicit resources are used to get confessions. Such as oppressing the accused. Police torture on accused person is a trivial matter and innocent people are tortured to make them confess the crime. One of the basic reasons for this torture is that the police fail to catch the real culprit and the other side, officers are under pressure to arrest the culprits at all costs. This research paper explains the meaning of the confession and the conditions for accepting it, as well as the legal status of the confession made under duress with reference of Pakistani Constitution and Islamic law.

Keywords: Criminology, Rights, Accused, Repression, Evidence

شریعت مطہرہ نے انسان کے جان ومال کی حفاظت، عزت وناموس کی حفاظت اور شخصی آزادی کے تحفظ کا اہتمام کیا ہے اور معاشرے میں عدل وانصاف قائم کرنے کے لئے قوانین وضع کئے ہیں۔ ظلم وجبر کو اپنی تمام انواع کے ساتھ حرام قرار دیا ہے۔ حدیث قدسی ہے: يا عبادي، إني حرمت الظلم على نفسي وجعلته بينكم محرما فلا تظالموا[1] ”اے میرے بندوں میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کیا ہے اور تمہارے لئے بھی حرام کیا ہے لہذا ایک

(1) مسلم، مسلم بن الحجاج ، الصحیح، کتاب البر و الصلۃ و الآداب، باب تحریم الظلم، رقم الحدیث 4680، الناشر: دار طیبہ، ریاض

Muslim b. Al-Hajjāj b. Muslim Neysahapūrī, Al-Sahīh, Al-Birri wa Sillah wal-Aadāb, Bāb Tahreem uz Zulm, Hadith No: 4680, Publisher: Dār Taybah, Riyādh, al-Saʿūdia.

دوسرے پر ظلم نہ کرو۔" اثباتِ حقوق کے لئے وسائل کو مشروع کیا جیسے اقرار، شہادت، یمین اور قرائن ہیں۔ بعض اوقات کسی شخص پر تہمت لگتی ہے کہ اس نے کسی کا حق غصب کیا ہے یا کسی جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ اگر واضح دلیل سے ثابت ہو جائے تو حق لوٹانے کا مطالبہ کیا جائے گا اور جرم کے ارتکاب پر سزا دی جائے گی۔ اگر کوئی شخص اعتراف کر لیتا ہے تو یہ اثبات حقوق کا سب سے واضح اور یقینی ذریعہ ہے۔ لیکن بعض اوقات اعتراف کروانے کے لئے ناجائز وسائل کا استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے متہم پر ظلم و تشدد کرنا۔

اس آرٹیکل (تحقیقی بحث) میں اقرار کا معنی و مفہوم اور اس کو قبول کرنے کی شروط بیان کی جائیں گے نیز جبر و تشدد کے نیچے میں کروائے گئے اعتراف کی شرعی و قانونی حیثیت کو زیرِ بحث لایا جائے گا۔ خاص طور پر پاکستان میں ملزموں پر پولیس تشدد معمولی بات ہے اور بے گناہوں پر تشدد کر کے اعترافِ جرم کروایا جاتا ہے۔ اس کی دیگر وجوہات بہت ساری وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ پولیس اصل مجرم پکڑنے میں ناکام ہو جاتی ہے اور افسران کا دباؤ ہوتا ہے کہ مجرموں کو ہر حالت میں گرفتار کیا جائے۔ ان حالات میں کئی ہاتھیوں کو پکڑ کر لایا جاتا ہے جو بعد از تشدد یا خوف تشدد فوراً ہی اعتراف کر لیتے ہیں کہ وہ ہرن ہیں۔

اقرار کا معنی و مفہوم

عربی زبان میں اقرار متعدد معانی میں استعمال ہوا ہے۔ 1: الثبوت، 2: التمکن، کہا جاتا ہے: قرا الشيئ إذا تثبت مكانه۔ چیز نے استقرار پکڑ لیا جب وہ اپنی جگہ ثبت ہو گئی۔ 3: الإمضاء الإقرار أي توقيعه، اقرار کرنا۔ 4: اعتراف: اعتراف بالشيئ، تسلیم کرنا، منظور کرنا۔[2] اصطلاح میں اقرار سے مراد ہے الإخبار عن ثبوت حق للغير على نفس المقر[3] معترف کا اپنے اوپر کسی کے حق کے ثبوت کی خبر دینا

اس تعریف میں تین امور بیان کئے گئے ہیں۔ 1. اعتراف کرنے والا اپنے اوپر اثباتِ حق کی خبر دے رہا ہے۔

[2] الفیومی، احمد بن محمد المقری، المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر، ص: 681، دار المعارف، بیروت، الطبعۃ الثانیہ۔
Al-Fyūmī, Ahmad b. Muhammad b. ʿAli Al Fyūmī Al Muqrī, Al-Misbah al- Munīr Fī Gharīb Al-sharh al-Kabīr, P 681, Dār al- Mʿārif, Beirut, 2nd Edition.

[3] الکاسانی، ابو بکر بن مسعود، علاء الدین، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ص 7/207، دار الکتب العلمیہ، بیروت
Al-Kasānī, Abū Bakr b. Masʿūd Al-Kasānī Al-Hanafī ʿAlā al- Dīn, Badāʾʿ al-Sanāʾʿ Fī Tartīb al- Sharāʾʿ, P 7/207, Dār al-Kutub Al ʿIlmiyyah, Beirut, 2nd Edition.

2. معترف اپنے کامل ارادے اور اختیار کو استعمال کر رہا ہے۔ اس کے اعتراف میں کسی دباؤ یا جبر کا اثر نہیں ہے۔
3. اقرار کرنے والا جب کسی کے حق کا اعتراف کر لیتا ہے تو اس کی ادائیگی لازم ہو جاتی ہے۔

اِقرار کی حجیت

اقرار اِثبات کے لئے شرعی دلیل ہے اور اس کی حجیت قرآن، سنت، اجماع اور عقلاً ثابت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَآخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللَّهُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾[4] "اور دوسرے وہ لوگ کہ (جنہوں نے) اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا ہے انہوں نے کچھ نیک عمل اور دوسرے برے کاموں کو (غلطی سے) ملا جلا دیا ہے، قریب ہے کہ اللہ ان کی توبہ قبول فرما لے، بے شک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔" یہ آیت واضح طور پر دلالت کر رہی ہے کہ جن بندوں نے اپنے گناہوں کا اقرار و اعتراف کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کے اعتراف کو قبول کیا ہے۔ اگر کسی انسان کا اعتراف حجت نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ قبول نہ کرتے۔﴿بَلِ الْإِنْسَانُ عَلَى نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ﴾[5] بلکہ اِنسان اپنے (اَحوالِ) نفس پر (خود ہی) آگاہ ہو گا۔

امام قرطبی فرماتے ہیں: اس آیت میں اقرار کو قبول کرنے کی دلیل یہ ہے کہ یہ انسان کی اپنے بارے میں گواہی ہے۔

جیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:﴿يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾[6] جس دن (خود) ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں انہی کے خلاف گواہی دیں گے کہ جو کچھ وہ کرتے رہے۔

اعتراف کو قبول کرنے اور بطور حجت ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں کیونکہ اعتراف کی صورت میں دی جانے والی خبر میں کوئی تہمت نہیں ہوتی، کوئی عاقل شخص اپنے خلاف جھوٹ نہیں بول سکتا[7]۔ما روى أن ماعزا أقر بالزنا فرجمه

---

(4) سورۃ توبہ، 102/9
Al-Qur'an, 9/102

(5) سورۃ القیامۃ، 14/75
Al-Qur'an, 75/14

(6) سورۃ النور، 24/24
Al-Qur'an, 24: 24

(7) القرطبی، محمد بن احمد الانصاری، الجامع لاحکام القرآن، 102/19، ناشر، مؤسسۃ الرسالۃ: بیروت، لبنان

النبي صلى الله عليه وآله وسلم[8]-حدیث میں ہے کہ ماعز نے زنا کا اعتراف کیا تو حضور نبی اکرم ﷺ نے ان پر رجم کی حد لگائی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ماعز کی اپنے اوپر زنا کی شہادت کو قبول کیا اور اس پر حدِ رجم بھی لگائی، اگر اعتراف حجت نہ ہوتا تو حضور نبی اکرم ﷺ ماعز کے اعتراف کو قبول نہ کرتے۔

علماء امت کا اقرار کو بطور دلیل شرعی قبول کرنے پر اجماع ہو چکا ہے اور اس کو اثبات کا ذریعہ مانا ہے بلکہ اعتراف کو ''سيد الأدلة'' کہا جاتا ہے۔ کوئی شخص جب کسی چیز کا اعتراف کرتا ہے تو وہ اعتراف ہر شک اور تہمت سے پاک ہوتا ہے، کیونکہ کوئی بھی عاقل شخص کسی ایسی چیز کا اعتراف نہیں کرتا جس کے نتیجے میں اس کو اذیت یا ضرر لاحق ہو رہا ہو۔ اسی لئے اعتراف کو شہادت پر مقدم کیا جاتا ہے۔ امام العز بن عبد السلام فرماتے ہیں:

الإقرار مقدم على البينة لان وازع المقر عن الكذب طبيعي ووازع الشاهد شرعي والوازع الطبعي أقوى من الوازع الشرعي[9]. اعتراف گواہی پر مقدم ہے کیونکہ معترف کا جھوٹ سے احتراز کرنا فطری ہے اور گواہ کا جھوٹ سے احتراز کرنا شرعی ہے۔ لہذا کسی چیز سے فطری طور پر احتراز کرنا شرعی احتراز سے اقوی ہے۔

اعتراف کو قبول کرنے کی شرائط

اعتراف کے قابلِ اعتبار ہونے، شرعی اثرات مترتب ہونے اور اس کے ذریعے حقوق ثابت کرنے کے لئے کچھ شروط کا پایا جانا ضروری ہے اگر یہ شروط نہ پائی جائیں تو اعتراف ساقط الاعتبار ہو جاتا ہے۔

پہلی شرط: اعتراف بالغ شخص سے صادر ہو۔

Qurtubī, Muhammad bin Ahmad, Qurtubī, al-jamay li ahkām al-Qurān, 19/102, Publisher: Muʾssisah al- Risālah, Beirut, Lebanon.

(8) البخاری، محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الحدود، باب رجم المحصن، حدیث رقم: 6814، دار ابن کثیر، دمشق

Bukhārī, Abū ʿAbd Allāh Muhammad b. Ismāʿīl b. Ibrāhīm b. Mughīra al-. *Al-Jāmiʿ al-ṣaḥīḥ*. Beruit: Dār Ibn Kathīr, 1422 AH, Hadith No 6814.

(9) عز الدین عبد العزیز بن عبد السلام، قواعد الاحکام فی مصالح الانام، 2/140، مکتبۃ الکلیات الازھریہ القاھرہ، الطبعۃ الاولی

Izz al-dīn, Abd Al-azīz b. Abd al-salām, Qawāid al- Ahkām Fī Masāleh al-Anām, 2/140, Maktabah Al-Kulliyāt Al-Azhariyyah, Cairo, 1st Edtion.

اعتراف کے صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ بالغ شخص سے صادر ہو(10)۔ غیر بالغ شخص سے اعتراف صادر ہونے کی صورت میں فقہاء احناف صبی ممیز اور غیر ممیز میں فرق کرتے ہیں۔ صبی ممیز کا اعتراف قبول کرتے ہیں جبکہ غیر ممیز کا اعتراف قابلِ قبول نہیں۔ صبی ممیز اگر ایسی چیز کا اعتراف کرے جس کے نتیجے میں بدنی سزا کا مستحق ہو جیسے چوری کا اعتراف جو ہاتھ کاٹنے کا موجب ہے یا قتل کا اعتراف جو قصاص کا موجب ہے تو ایسی صورت میں صبی ممیز کا اعتراف بھی ساقط الاعتبار سمجھا جائے گا(11)۔ اگر ایسا اعتراف کرے جس سے کسی کے مالی حق کا استحقاق ہو رہا ہو تو وہ اعتراف قبول کیا جائے گا۔ بشرطیکہ اس مال میں ہو جس میں ولی الامر نے صبی ممیز کو تصرف کی اجازت دی ہو۔ احناف کے علاوہ جمہور فقہاء غیر بالغ شخص کے اعتراف کو مطلق قابلِ اعتبار نہیں سمجھتے خواہ صبی ممیز سے صادر ہو یا صبی غیر ممیز سے۔ جمہور فقہاء حضور نبی اکرم ﷺ کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس میں آپ نے فرمایا: رفع القلم عن ثلاث منهم الصبی حتی يحتلم. (12) تین لوگ مرفوع القلم ہیں ان میں سے ایک بچہ ہے جب تک بالغ نہ ہو جائے۔

---

(10) ابن نجیم، زین الدین ابن نجیم الحنفی، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، 7/249، دار الکتاب الاسلامی، القاہرہ، مصر

Ibn-Nujaym, Zayn al-Dīn b. Nujaym Al-Hanafī, Al-Bahr al-Rāiq Sharah Kanz al- Daqāiq, 7/249, Dār al-Kutub Al-Islāmī, Cairo, Egypt.

(11) ابن نجیم، البحر الرائق، 7/250

Ibn- Nujaym,Al-Bahr al-Rāiq, 7/250

(12) ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث، السنن، کتاب الحدود، حدیث رقم: 4402، الرسالۃ العالمیۃ، الریاض السعودیہ،

Abū Dawūd, Sulaymān b. Al-Ash'ath, Al-sunan, Chapter Al Hudood, Hadith No 4402, Al-Risālah Al-ʿAālmiyah, Riyādh, al-Saʿudia al-āArabia, 1st Edition.

دوسری شرط: اعتراف کرنے والا عاقل ہو۔ فقہاء کا اجماع ہے کہ معترف کا عقلمند ہونا ضروری ہے تاکہ اعتراف پر شرعی اثرات مرتب ہو سکیں[13]۔ مجنون یا خفیف العقل کا اعتراف قابلِ قبول نہیں۔ رفع القلم عن ثلاث منهم المجنون حتى يفيق[14] تین لوگ مرفوع القلم ہیں، ان میں سے ایک مجنون ہے جب تک عاقل نہ ہو جائے۔

تیسری شرط: انسان اپنے کامل اختیار اور ارادے سے اعتراف کرے۔

اعتراف کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے کہ معترف کسی کے دباؤ اور جبر و تشدد کے بغیر اپنی مرضی سے اعتراف کرے۔ فقہاء کے درمیان اس امر میں کوئی اختلاف نہیں کہ جبر و تشدد کے نتیجے میں کروائے جانے والے اعتراف کو باطل سمجھا جائے گا۔ المغنی میں ہے: لا يصح الإقرار إلا من عاقل مختار لا نعلم في هذا خلافا[15]۔ اقرار صرف اس شخص کا قبول ہو گا جو عاقل ہو اور اپنے کامل ارادے سے کرے، اس میں فقہاء کا اختلاف نہیں۔

ملزم پر جبر و تشدد کا شرعی حکم

ملزم پر جو تہمت لگائی جاتی ہے اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔

1. ایسی تہمت جس میں ملزم کے ملوث ہونے کا قرینہ پایا جائے۔
2. مجرد تہمت جس میں ملزم کے ملوث ہونے کا کوئی قرینہ نہ پایا جائے۔

دونوں صورتوں میں ملزم پر جبر و تشدد کا شرعی حکم بیان کرنے سے پہلے قرینہ کا معنی و مفہوم واضح کرتے ہیں تاکہ صورتِ مسئلہ کی تفہیم میں کوئی ابہام نہ رہے۔

قرینہ کا معنی و مفہوم

---

(13) ابن نجیم، لبحر الرائق، 7/249

Ibn- Nujaym,Al-Bahr al-Rāiq, 7/249

(14) سنن ابی داوٗد، رقم الحدیث: 3825

Sunan Abī Dawūd, Hadith No: 3825

(15) المقدسی، ابو عبداللہ بن احمد بن قدامہ، المغنی، 5/271، دار الفکر، بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولی، 1405 ھ

Al-Maqdasī, Abū Abdullah b. Ahmad b. Qudāmah, Al-Mughnī، 5/271, Dār al-Fikar, Beirut, Lebanon, 1st Edition 1405HJ

قرینہ مفرد ہے اس کی جمع قرائن ہے، قرینہ عربی زبان میں بروزن فعیلۃ ہے۔ جس کا معنی متصل ہونا ہے۔ کہا جاتا ہے: قرنت الشيئ بالشيئ وصلة به، میں نے ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ ملایا [16]۔ مصطفی الزرقاء نے قرینہ کی تعریف یوں کی ہے: القرينة كل إمارة ظاهرة مقارن شيئا خفيا فتدل عليه۔ [17] قرینہ ہر وہ ظاہری علامت ہے جو کسی خفیہ چیز سے ملی ہو اور اس پر دلالت کرے۔ لہذا قرینہ بمعنی علامت ہے جس کے علم سے وجود مدلول کا ظنی علم حاصل ہوتا ہے۔ جیسے بادل کو دیکھ کر بارش کا علم ہوتا ہے، دھوئیں کو دیکھ کر آگ کا علم ہوتا ہے۔ یعنی بادل اور دھواں وجود مطر اور وجود نار پر دال ہے۔ قرینہ کی مزید وضاحت اس مثال سے بھی ہو سکتی ہے کہ جیسے کوئی شخص بھاگ رہا ہو اور اس کے ہاتھ میں خنجر ہو، جس پر خون لگا ہو اور اس کے کپڑے بھی خون آلود ہوں، جس جگہ سے بھاگا تھا وہاں پر جانے سے معلوم ہوا کہ ایک شخص قتل ہوا ہے۔ لہذا بھاگتے ہوئے شخص کے ہاتھ میں خنجر، کپڑوں کا خون آلود ہونا اور گھبراہٹ یہ سب قرائن ہیں کہ وہ شخص قاتل ہے۔

پہلی صورت کا شرعی حکم

ملزم پر جو تہمت لگی ہے، اس میں ملزم کے ملوث ہونے کا قرینہ بھی پایا گیا ہے، ایسی صورت میں اعتراف کروانے کی غرض سے اس پر جبر و تشدد کرنے کے حوالے سے فقہاء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ہم یہاں پر تمام فقہاء کی آراء دلائل کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

پہلا مذہب

جمہور فقہاء جن میں احناف، مالکی، حنبلی شامل ہیں، ان کے مطابق ملزم پر اعتراف کروانے کی غرض سے جبر و تشدد کرنا کسی صورت بھی جائز نہیں اگرچہ ملزم پر جو تہمت لگی ہے اس میں اس کے ملوث ہونے کا قرینہ بھی پایا جاتا ہو [18]

جمہور کے دلائل

(16) محمد بن ابی بکر الرازی، مختار الصحاح، ص 532، دار الفکر، بیروت، الطبعۃ الاولی

Muhammad b. Abī Bakr Al-Rāzī, Mukhtār al-Sihāh, P 532, Dār al-Fiker, Beirut, 1st Edition.

(17) الجرجانی، علی بن محمد علی الجرجانی، التعریفات، ص، 152، دار الکتاب العربی، الطبعۃ الاولی 1405ھ

Al-Jurjānī, ʿAli b. Muhammad ʿAli Al-Jurjānī, Al-Taʿrīfāt, P 152, Dār al-Kitāb Al-ʿArabī, 1st Edition, 1405 HJ.

(18) ابن نجیم، البحر الرائق 7/250

Ibn- Nujaym,Al-Bahr al-Rāiq, 7/250

جمہور فقہاء نے ملزم پر جبر و تشدد کے عدمِ جواز پر قرآن، سنت، اجماع اور عقلی دلائل پیش کئے ہیں۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَلَكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِنَ اللَّهِ﴾[19] جو شخص اپنے ایمان لانے کے بعد کفر کرے، سوائے اس کے جسے انتہائی مجبور کر دیا گیا مگر اس کا دل (بدستور) ایمان سے مطمئن ہے، لیکن (ہاں) وہ شخص جس نے (دوبارہ) شرحِ صدر کے ساتھ کفر (اختیار) کیا سو ان پر اللہ کی طرف سے غضب ہے۔

وجہ دلالت: یہ آیت وضاحت کے ساتھ اس امر پر دلالت کر رہی ہے کہ جبراً کرائے گئے اعترافِ کفر کا کوئی اعتبار نہیں لہذا اگر جبر اعترافِ کفر کا ایمان پر کوئی اثر نہیں پڑتا تو باقی معاملات میں جبر و تشدد کے ذریعے کرایا گیا اعتراف بدرجہ اولی ساقط الاعتبار سمجھا جائے گا۔ معنی محتاج میں ہے: جعل الإكراه مسقطا لحكم الكفر فبا الاولى ما عداه[20]۔ اکراہ حکمِ کفر کو ساقط کر دیتا ہے تو باقی معاملات میں بدرجہ اولی ساقط کرے گا۔

إن المشركين أخذوا عمارا فراودوا على الشرك فأعطاهم، فانتهى إليه النبي وهو يبكي فجعل يمسح الدموع عن عينيه ويقول: أخذك المشركون فغطوك بالماء وأمروك أن تشرك بالله ففعلت فإن أخذوك مرة أخرى فافعل ذلك لهم[21] مشرکین نے سیدنا عمار کو پکڑ لیا اور ان سے کفریہ کلمات کہلوانے کے لئے تشدد کیا، سیدنا عمار نے دورانِ تشدد کفریہ کلمات ادا کر دیئے اور روتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پہنچ گئے، حضور نبی اکرم ﷺ عمار کی آنکھوں سے آنسوؤں کو پونچھنے لگے اور فرمانے لگے: مشرکین نے آپ کو پکڑا، پانی میں ڈبو کر تشدد کیا اور اللہ کے ساتھ شرک کرنے کا کہا، آپ نے مشرکین کے مطالبے کو پورا کیا، پس اگر مشرکین دوبارہ آپ سے کفر کا مطالبہ کریں تو ان کے مطالبے کو پورا کر دو۔

---

(19) سورۃ النحل، 16/ 106

Surah al-Nahl, 106

(20) ابن قدامہ المقدسی، المغنی، 2/240

Ibn- Qudāmah, Al-Maqdasī, Al-Mughnī, 2/240

(21) حاکم، محمد بن عبد اللہ، المستدرک، 2/357 دار المعرفۃ، بیروت، طبعۃ اولی

Hākim, Muhammad b. Abdullah, Al-mustadrak, 2/357, Dār al-Maʿrifah, Beirut, 1st Edition

وجہ دلالت: حضور نبی اکرم ﷺ کی اس حدیث میں بڑی وضاحت ہے کہ جبر واکراہ کا ایمان پر کوئی اثر نہیں ہے۔ یعنی اگر کوئی مسلمان جبر واکراہ کے نتیجے میں کفریہ کلمات ادا کرتا ہے تو اس کا ایمان سلامت رہے گا جیسا کہ سیدنا عمار کے واقعے میں ہوا۔ اگر جبر واکراہ کا کوئی اثر ایمان پر ہوتا تو حضور نبی اکرم ﷺ کبھی بھی عمار کو جبر واکراہ کی صورت میں کفریہ کلمات ادا کرنے کا حکم نہ دیتے لہذا باقی امور میں جبر و تشدد کے ذریعے کروائے گئے اعتراف کو بدرجہ اولی قبول نہیں کیا جائے گا۔

خطب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يوم النحر بالناس فقال: ألا تدرون أيّ يوم هذا؟ قالوا الله ورسوله أعلم، قال: حتى ظننا أنه سيسميه بغير اسمه، فقال: أليس يوم النحر؟ قلنا بلى يا رسول الله، قال أي بلد هذا؟ أليست بالبلدة الحرام؟، قلنا بلي يارسول الله، قال: فان دماءكم و اموالكم و اعراضكم وابشاركم عليكم حرام كحرمة يومكم هذا في شهركم هذا في بلدكم هذا، الا هل بلغت، قلنا نعم، قال: اللهم فاشهد، فليبلغ الشاهد الغائب [22] حضور نبی اکرم ﷺ نے قربانی کے دن لوگوں سے خطاب کیا، آپ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے آج کون سا دن ہے؟ لوگوں نے جواب دیا، اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں یہاں تک کہ ہمیں گمان ہوا کہ وہ اس کا کوئی دوسرا نام رکھ دیں گے، پھر آپ نے فرمایا کہ یہ قربانی کا دن نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ کیوں نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کون سا شہر ہے؟ کیا مکہ مکرمہ نہیں ہے؟ ہم نے عرض کی کہ کیوں نہیں، پھر آپ نے فرمایا کہ تمہارے خون، تمہارے اموال، تمہاری عزتیں اور تمہارے اجسام آپس میں اسی طرح حرام ہیں جیسے تمہارے اس دن کی، اس مہینے میں اس شہر کی حرمت ہے۔

وجہ دلالت: اس حدیث میں لفظ ابشار کا ذکر ہوا ہے۔ اور ابشار اصل میں بشر کی جمع ہے۔ جس کا مطلب جلد الانسان ہے، یعنی جس طرح انسانی جان کی، اس کی عزت کی حرمت ہے اسی طرح اس کے جسم کی حرمت ہے۔ لہذا اعتراف کروانے کے لئے اسے جسمانی یا نفسیاتی اذیت دینا شرعا حرام ہے اور اس کے نتیجے میں کیا گیا اعتراف بھی باطل ہوگا۔

(22) بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب العلم، حدیث رقم 105
Bukhārī, Abū ʿAbd Allāh Muhammad b. Ismāʿīl. *Al-Jāmiʿ al-ṣaḥīḥ*, Chapter Al Ilm, Hadith No 105

يروى أن ماعزا جاء إلى النبي فأقر علي نفسه أربعا، دعاه الرسول فقال: أبك جنون؟ قال: لا، فهل أحصنت؟ قال: نعم، فقال النبي: اذهبوا فارجموه [23] روایت میں ہے کہ ماعز حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور چار مرتبہ اعتراف کیا، حضور نبی اکرم ﷺ نے ان کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا: کیا تم پاگل ہو؟ عرض کی نہیں یا رسول اللہ، آپ نے پوچھا: کیا تم شادی شدہ ہو؟ جواب دیا، جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا اس کو لے جائیں اور حدِ رجم لگائیں۔ ماعز نے اپنے کامل اختیار اور ارادے سے اعتراف کیا، اس کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ نے رجم کا حکم صادر فرمایا لہذا زبردستی اور دباؤ میں لا کر اعتراف کروانا جائز نہیں اور نہ ہی ایسے اعتراف پر حکم مرتب ہو گا۔

قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: إن الله تجاوز عن أمتى الخطاء والنسيان وما استكرهوا عليه[24]

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالی نے میری امت سے خطاء (غلطی) ونسیان (بھول چوک) اور جس کام پر انہیں زور زبردستی سے مجبور کر دیا گیا ہو معاف کر دیا ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی بھی انسان کو زور زبردستی کسی امر میں مبتلا کرنا جائز نہیں اور جبر واکراہ کے ذریعے کروائے گئے اقرار پر کوئی شرعی حکم مترتب نہیں ہو گا۔روي عن عمر بن الخطاب أنه قال: ليس الرجل امينا إذا أوجعته أو ضربته أو أوثقته.[25] سیدنا عمر فرماتے ہیں کہ انسان اپنے نفس پر امین نہیں رہتا جب آپ نے اسے تکلیف دی، تشدد کیا یا باندھ دیا۔ کسی بھی انسان کو جب اذیت دی جائے خواہ جسمانی ہو یا نفسیاتی تو وہ کسی چیز کے اعتراف میں اپنا اختیار کھو دیتا ہے، لہذا ایسی صورت میں اس کے اعتراف کو باطل سمجھا جائے گا کیونکہ اعتراف کو قبول کرنے کی شروط میں ہے کہ معترف اپنے کامل اختیار اور ارادے کا مالک ہو۔

روي عن أزهر بن عبد الله ان قوم سرق لهم متاع، فاتهموه أناسا من الحاكمة، فاتوا النعمان بن بشير صاحب رسول الله فحسبهم أياما ثم خلي سبيلهم، فاتوه فقالوا: خليت سبيلهم بغير ضرب والامتحان؟

---

(23) سنن ابی داؤد، 3844
Sunan Abī Dawūd, 3844

(24) رواہ الحاکم فی مستدرکہ، باب الطلاق، و قال: صحیح علی شروط الشیخین، نصب الرایۃ 2/64
Hakim narrated this in his Mustadrak, Chapter Talaq, He said: This is Sahih on the conditions of Bukhārū and Muslim, Nasb al-Rāyah, 2/64.

(25) البیہقی، احمد بن الحسین بن علی بن موسی، سنن البیہقی، 7/159، مکتبہ دار الباز، مکہ مکرمہ، 1414ھ
Al-Bayhaqī, Ahmad b. Al Hussayn b. ʿAlī b. Mūsa, Sunan Al-Bayhaqī, 7/159, Maktabah Dār al-Bāz, Mecca,1414 AH.

فقال: ما شئتم، إن شئتم ان أضربهم فإن خرج متاعكم فذاك، وإلا أخذت من ظهوركم مثل الذي أخذت من ظهورهم، فقالوا: هذا حكمك؟ فقال: حكم الله ورسوله-[26]

ازہر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ کچھ لوگوں کا سامان چوری ہو گیا اور انہوں نے حاکمہ کے لوگوں پر تہمت لگائی۔ صحابی رسول ﷺ نعمان بن بشیر کے پاس آئے، انہوں نے ملزموں کو چند روز حراست میں رکھا پھر آزاد کر دیا، مدعین حضرت نعمان بن بشیر کے پاس آئے اور کہا: آپ نے ملزموں کو جبر و تشدد کے بغیر چھوڑ دیا؟ آپ نے فرمایا: اگر آپ لوگ چاہیں تو میں ان پر تشدد کرتا ہوں اگر آپ کا سامان نکل آئے تو آپ کا اور اگر ان سے تشدد کے بعد بھی سامان بر آمد نہ ہوا تو جتنا تشدد ان پر ہوا اتنا ہی آپ پر ہو گا۔ انہوں نے کہا کہ یہ آپ کا فیصلہ ہے؟ آپ نے فرمایا یہ اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ ہے۔ یہ اثر اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ شارع نے صرف حدود اور تعزیرات میں سزا کی اجازت دی ہے اگر وہ قطعی دلائل سے ثابت ہوں، اس کے علاوہ کسی بھی شخص پر تشدد کرنا حرام ہے۔ جیسا کہ حضرت نعمان بن بشیر نے ملزموں کو بغیر تشدد اور تعذیب کے بری کر دیا اور اگر ملزموں کو مارنا جائز ہوتا تو نعمان بن بشیر اعترافِ جرم کروانے کے لئے ایسا ضرور کرتے۔ لہذا مجرد تہمت کی بنیاد پر ملزم پر جبر و تشدد نہیں کیا جا سکتا اور حضرت نعمان بن بشیر نے اس کو اپنی طرف منسوب نہیں کیا بلکہ فرمایا یہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہے۔

اجماع

فقہاء کا اجماع ہے کہ اگر کسی شخص سے زبردستی یا تشدد کے ذریعے اعتراف کروایا گیا تو ایسا اعتراف باطل سمجھا جائے گا جیسے اگر کسی شخص سے جبر و اکراہ سے زنا کا اعتراف کروایا جائے تو اس پر حد نہیں لگائی جائے گی۔[27] مبسوط میں ہے: لم ينقل عن أحد من أصحابنا صحة الاقرار مع التهديد بالضرب أو غيره[28] ہمارے اصحاب میں سے کسی سے بھی منقول نہیں کہ جبر و تشدد کے ذریعے کروایا گیا اعتراف درست ہے۔

---

(26) رواہ ابوداؤد فی سننہ، کتاب الحدود، باب فی الامتحان بالضرب، حدیث رقم: 4382، ص: 4/544

Abū Dawūd narrated this in his Sunan, Chapter Al Hudood, Sub-chapter: repression against the accused, Hadith No: 4382, P:4/544

(27) ابن قدامہ المقدسی، المغنی، 5/270

Ibn- Qudāmah, Al-Maqdasī, Al-Mughnī, 5/270

(28) ابن قدامہ المقدسی، المغنی، 5/271

عقلی دلیل

اعتراف صدق اور کذب دونوں کا احتمال رکھتا ہے، جبر و اکراہ میں انسان کا ارادہ و اختیار سلب ہو جاتا ہے، لہذا ایسی صورت میں کذب کا احتمال زیادہ قوی ہو گا، اسی لئے ایسے اعتراف پر کوئی اثرِ شرعی مترتب نہیں کیا جاتا۔[29]

القواعد الفقہیہ

انسانی جان کی حرمت و تکریم ادلہ یقینیہ سے ثابت ہے اور اس کو کسی بھی قسم کی اذیت پہنچانا حرام ہے۔ جو حکم یقین سے ثابت ہوتا ہے۔ اس کو شک کے ذریعے زائل نہیں کیا جا سکتا۔ قاعدہ فقہیہ ہے: اليقين لا يزول بالشك[30] شک یقین کو زائل نہیں کر سکتا، لہذا تکریم انسانی جو بطریق یقین ثابت ہے، مجرد تہمت پر (جو شک کے دائرے میں آتی ہے) جبر و تشدد کرنا انتہاکِ حرمت کے زمرے میں آئے گا۔ اگر شریعت ملزم پر جبر و تشدد کرنے کی اجازت دے دیتی تو بعض شر پسند عناصر ذاتی عناد کی بنیاد پر ابریاء کو جبر و تشدد کا نشانہ بناتے جو کہ معاشرے میں فساد کا سبب بنتا۔ قاعدہ فقہیہ ہے: درء المفاسد أولى من جلب المصالح۔[31] مفاسد کو زائل کرنا مصالح کو حاصل کرنے پر مقدم ہے۔

دوسرا مذہب

فقہ شافعی میں ایک قول کے مطابق ساکت ملزم پر اعتراف کروانے کی غرض سے جبر و تشدد کرنا جائز ہے اور اس کا اعتراف درست سمجھا جائے گا جس پر شرعی حکم مترتب ہو گا۔[32] اس کی دلیل یہ ہے کہ جب ملزم سے دورانِ

Ibn- Qudāmah, Al-Maqdasī, Al-Mughnī, 5/271

(29) ابن نجیم، لبحر الرائق، 7/250

Ibn- Nujaym,Al-Bahr al-Rāiq, 7/250

(30) عزام، د، عبدالعزیز محمد عزام، القواعد الفقہیہ، ص: 95، دار الحدیث، القاہرہ، الطبعۃ الاولی، 1426ھ

ʿAzām, Dr. ʿAbdul Azīz Muhammad ʿAzām, Al Qawāid al- Fiqhiyyah, P: 95, Dār al- Hadīth, Cairo, 1st Edition, 1426HJ

(31) عبدالعزیز عزام، القواعد الفقہیہ، ص ۲۳۰

Abdul Azīz Azzam, Al Qawāid al- Fiqhiyyah, P 230

(32) ابن قدامہ المقدسی، المغنی، 2/240

Ibn- Qudāmah, Al-Maqdasī, Al-Mughnī, 2/240

تفتیش سوالات کئے جائیں اور وہ خاموش رہے، نہ اثبات میں اور نہ ہی نفی میں تو ایسی صورت میں اس کا موقف لیا جائے گا خواہ تشدد کے ذریعے سے ہی کیوں نہ ہو۔ اگر اس نے اعتراف کر لیا خواہ تہمت کے انکار میں ہی ہو تو اس کا اعتراف قبول کیا جائے گا اور اثباتِ تہمت کے لئے مزید تشدد نہیں کیا جائے گا۔

تیسرا مذہب

حنابلہ میں سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ابن القیم اور احناف میں الطرابلسی، ابن نجیم اور حسن بن زیاد کی رائے ہے کہ ملزم پر جو تہمت لگی ہے اگر اس کے ملوث ہونے کا قرینہ پایا جائے تو ایسی صورت میں اعتراف کروانے کے لئے جبر و تشدد جائز ہو گا۔[33]

دلائل

اس مذہب نے اپنی رائے کے حق میں سنت اور معقول سے دلائل پیش کئے ہیں۔

ما روي أنَّ رسولَ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ قاتلَ أهلَ خيبرَ حتَّى ألجأَهم إلى قصرِهم فغلبَ على الزَّرعِ والأرضِ والنَّخلِ فصالحوهُ على أن يجلوا منها ولَهم ما حملت رِكابُهم ولرسولِ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ الصَّفراءُ والبيضاء واشترطَ عليهم أن لا يَكتُموا ولا يغيِّبوا شيئًا فإن فعلوا فلا ذمَّةَ لَهم ولا عَهدَ فغيَّبوا مَسْكًا فيهِ مالٌ وحليٌّ لحييِّ بنِ أخطبَ كانَ احتملَه معَه إلى خيبرَ حينَ أجليتِ النَّضيرُ فقال رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ لعمِّ حييِّ بنِ أخطبَ ما فعلَ مَسْكُ حييٍّ الَّذي جاءَ بهِ منَ النَّضيرِ قال أذهبتهُ النَّفقاتُ والحروب قال العَهدُ قريبٌ والمالُ أكثرُ من ذلِك فدفعَه رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ إلى الزُّبيرِ فمَسَّهُ بعذابٍ.[34] حضور نبی اکرم ﷺ نے اہل خیبر سے سونے، چاندی پر اس شرط کے ساتھ صلح کی کہ وہ کوئی چیز نہیں چھپائیں گے، اگر انہوں نے ایسا کیا تو ان کا ذمہ اور عہد ختم ہو جائے گا۔ انہوں نے (عہد توڑتے ہوئے) خزانہ چھپا لیا جس میں حیی بن اخطب کا مال اور سونے کے زیورات تھے اور اس کو خیبر لے آیا جہاں بنی نضیر کو جلا وطن کیا گیا تھا۔

---

(33) ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم بن تیمیہ، الحرانی، فتاوی ابن تیمیہ، 35/396، مکتبہ ابن تیمیہ، ریاض سعودیہ
Ibn Taymiyyah, Ahmad b. Abdul Halīm b. Taymiyyah, Fatāwa Ibn Taymiyyah, 35/396, Maktabah Ibn Taymiyyah, Riyādh, Saʿudia Arabia.

(34) الشوکانی، محمد بن علی ، نیل الاوطار من احادیث سید الاخیار شرح منتقی الاخبار، 8/51، مکتبہ دار التراث، القاہرہ،
Al-shawkānī, Muhammad b. ʿAli Al- Showkānī, Nayl al-Awtār Min Ahādīth Sayyed al-Akhyār Sharah Muntaqī al-akhbār, 8/51, Maktabah Dār al-Turāth, Cairo, 1st Edition

حضور نبی اکرم ﷺ نے حیی بن اخطب کے چچا سے پوچھا کہ اس نے حیی کے خزانے کے ساتھ کیا کیا جو وہ بنی نضیر سے لایا ہے، اس نے جواب دیا کہ وہ خزانہ اخراجات اور جنگوں کی نذر ہو گیا تو آپ نے فرمایا: اتنے تھوڑے عرصے میں اتنا زیادہ مال خرچ نہیں ہو سکتا۔ پس آپ نے اسے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا جنہوں نے دوران تفتیش اس پر تشدد کیا۔ یہ حدیث واضح طور پر دلالت کر رہی ہے کہ اگر قاضی کا قرائن کی بنیاد پر ظنِ غالب ہو کہ ملزم جان بوجھ کو انکار کر رہا ہے تو اعترافِ جرم کے لئے تشدد جائز ہوتا ہے۔

ما روي عن علي قال: بعثني رسول الله انا و الزبير بن العوام ا لمقداد بن الاسود فقال: انطلقوا حتي تاتوا روضة خاخ فان بها ظعينة و معها كتاب، فانطلقنا تعادي بنا خيلنا فاذا نحن بالظعينة فقلنا: اخرجي الكتاب، فقالت: ما معي كتاب، فقلنا لتخرجن الكتاب او لتلقين الثياب، فاخرجته من عقاصها.[35]

حضرت علی روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے مجھ کو، زبیر کو اور مقداد کو روانگی کا حکم دیا اور فرمایا: تم لوگ (تیز رفتاری سے) سفر کر کے روضہ خاخ پہنچو۔ وہاں ایک عورت ملے گی جو اونٹ کی سواری پر کجاوہ میں بیٹھی ہو گی۔ اس کے پاس ایک خط ہو گا، تم لوگ اس سے وہ خط لے کر آؤ۔ چنانچہ ہم فوراً روانہ ہو گئے اور اپنے گھوڑوں کو تیزی سے دوڑاتے ہوئے روضہ خاخ پہنچے اور اس عورت کو جا لیا۔ ہم نے اس عورت سے کہا لاؤ وہ خط نکال کر ہمارے حوالے کر دو! وہ عورت بولی میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ ہم نے (ذرا تیز ہو کر) کہا کہ تو خط نکالتی ہے یا ہم تیرے کپڑے اتروائیں (یعنی اگر تو نے خط نکال کر نہیں دیا تو مجبوراً تجھ کو ننگی کرنا پڑے گا تاکہ وہ خط بر آمد ہو جائے) تب اس عورت نے وہ خط اپنی چوٹی سے نکال کر ہمارے حوالے کر دیا۔

وجہ دلالت: حدیث ملزم کو ڈرانے دھمکانے کے جواز پر دلالت کر رہی ہے اور ڈرانا دھمکانا تشدد کی انواع میں سے ہے لہذا جب کسی جرم میں ملزم کے ملوث ہونے کا قرینہ پایا جائے تو اعتراف جرم کے لئے جبر و تشدد جائز ہے۔

عقلی دلائل

(35) بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، حدیث رقم 2474، ص: 7/519
Bukhārī, Abū ʿAbd Allāh Muhammad b. Ismāʿīl, al-. *Al-Jāmiʿ al-ṣaḥīḥ*, Hadith No 2474, P: 7/519

1۔ ملزم پر جبر و تشدد کرنے کا مقصد صاحبِ حق تک اس کا حق پہنچانا ہے اور ایصالِ حق واجب ہے۔ جبر و تشدد ایصالِ حق کا ذریعہ ہے لہذا یہ بھی جائز ہو گا کیونکہ قاعدہ فقہیہ بھی ہے: مالا یتم الواجب الا بہ فہو واجب۔ جس چیز کے بغیر واجب پورا نہ ہو رہا ہو تو واجب کو مکمل کرنے والی چیز بھی واجب ہو جاتی ہے۔

2۔ اگر قرینہ کی موجودگی میں بھی ملزم پر جبر و تشدد کی اجازت نہ دی گئی تو لوگوں کے حقوق ضائع ہوں گے اور معاشرے میں فتنہ وفساد اور بدامنی پھیلے گی لہذا مصلحتِ عامہ اور لوگوں کے حقوق کی خاطر جبر و اکراہ جائز ہے[36]۔

راقم الحروف کی رائے

تمام مذاہب کی آراء اور ان کے دلائل بیان کرنے کے بعد مذہبِ جمہور کی رائے قوتِ ادلہ کی بنیاد پر راجح ہے کہ ملزم پر مطلقا جبر و تشدد کرنا شرعا حرام ہے خواہ وہ ملزم مجرمانہ ریکارڈ ہی کیوں نہ رکھتا ہو۔ مذہب جمہور کی رائے کو راجح قرار دینے کے اسباب درج ذیل ہیں:

1- روي عن هشام ان ابيه انه قال: مر هشام بن حكيم بن حزام علي اناس من الانباط قد اقيموا في الشمس قال: ما شامتهم، قال: حبسوا في الجزية، فقال هشام: اشهد اني سمعت رسول الله يقول: ان الله يعذب الذين يعذبون الناس في الدنيا.[37] ہشام بن حکیم بن حزام انباط کے لوگوں کے پاس سے گزرے جن کو دھوپ میں کھڑا کیا ہوا تھا۔ آپ نے پوچھا: ان لوگوں کے ساتھ کیا مسئلہ ہے، جواب ملا کہ جزیہ کی عدمِ ادائیگی کی وجہ سے ان سے یہ سلوک کیا جا رہا ہے۔ ہشام نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں، بے شک میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے سنا: بے شک اللہ ان لوگوں کو عذاب دیتا ہے جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں۔

وجہ دلالت: حضور نبی اکرم ﷺ نے لوگوں پر جبر و تشدد کی ممانعت فرمائی ہے بلکہ جو لوگ دوسروں پر تشدد کرتے ہیں ان کو وعید بھی سنائی ہے، لہذا تشدد کی مطلقا حرمت ثابت ہے خواہ ملزم پر تہمت ہو یا نہ ہو۔ ہشام بن حکیم

---

(36) ابن تیمیہ، فتاوی ابن تیمیہ، 35/406
Ibn Taymiyyah, Fatāwa Ibn Taymiyyah, 35/402

(37) مسلم، الصحیح، کتاب البر و الصلۃ و الآداب، حدیث رقم 2613، ص: 8/414
Muslim b. Al-Hajjāj b. Muslim Neysapūrī, Al-Sahīh, Kitab al Birri wa Silah wal Aadab, Hadith No 2613, P: 8/414

نے جب لوگوں کو دیکھا جن پر تشدد ہو رہا تھا تو انہوں نے یہ نہیں پوچھا کہ یہ لوگ جزیہ کی ادائیگی جان بوجھ کر نہیں کر رہے یا عاجز ہیں۔ بلکہ آپ نے مطلقاً تشدد سے منع فرمایا۔

2۔ ملزم پر جبر و تشدد کرنا تکریم انسانی کے خلاف ہے، اللہ تعالی فرماتے ہیں: ولقد کرمنا بنی آدم (سورۃ الاسراء آیت 70)، ہم نے بنی آدم کو تکریم دی ہے۔ جبر و تشدد میں قساوت کا پہلو بھی ہے جو شریعت اسلامیہ کی روح کے منافی ہے، اللہ فرماتے ہیں: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ﴾(38) ''ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

3۔ اگر ملزم پر جبر و تشدد کو جائز قرار دے دیا جائے تو پولیس اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کے نفوسِ ضعیفہ و فاسدہ بے لگام ہو جائیں گے۔ خاص طور پر پاکستان جیسے ملک میں جہاں پولیس تشدد معمولی بات ہے۔

4۔ ملزم پر عدمِ تشدد کی رائے شریعت کے اس مبداء واصول کی بھی تائید کرتی ہے کہ: الأصل فی الإنسان براءة ذمته فلا تشغل ذمته بای حق إلاباقرار صحیح أو بینة واضحة(39) ہر انسان اصلاً بری الذمہ ہے اور اس کا ذمہ اقرارِ صحیح یا واضح دلیل سے ہی مشغول ہو سکتا ہے۔

ملزم پر تشدد کی قانونی حیثیت

مندرجہ بالا سطور سے ملزم کے شرعی حقوق اظہر من الشمس ہو جاتے ہیں۔ ذیل میں وطنِ عزیز پاکستان کے قوانین جو ملزم کے حقوق کو بیان کرتے ہیں، اُن کا جائزہ پیش ہے۔ ملک کے قوانین میں آئین کو دیگر تمام قوانین پر فوقیت حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے اس حصے کا آغاز بھی آئین پاکستان کے آرٹیکل نمبر 10 سے کیا جارہا ہے۔ یہ آرٹیکل کسی بھی ملزم کو بہر صورت فیئر ٹرائل کا آئینی و قانونی حق فراہم کرتا ہے۔ آرٹیکل کے الفاظ یہ ہیں:

No person who is arrested shall be detained in custody without being informed, as soon as may be, of the grounds for such arrest, nor shall he be denied the right to consult and be defended by a legal practitioner of his choice[40].

(38) سورۃ الانبیاء، 21: 107

Al-Qur'ān 21:107

(39) عبدالعزیز عزام، القواعد الفقهیہ، ص 200

Abdul Azīz Azām, Al Qawāid al- Fiqhiyyah, P 200

[40] Article: 10, Constitution of Pakistan

کسی شخص کو جسے گرفتار کیا گیا ہو، مذکورہ گرفتاری کی وجوہ سے، جس قدر جلد ہو سکے، آگاہ کئے بغیر نہ تو نظر بند رکھا جائے گا اور نہ اسے اپنی پسند کے کسی قانون پیشہ شخص سے مشورہ کرنے اور اس کے ذریعہ صفائی پیش کرنے کے حق سے محروم کیا جائے گا۔

پہلی بات تو یہ کہ عوام میں جو ریمانڈ مشہور ہے، وہ غلط ہے۔ ریمانڈ دو طرح کا ہوتا ہے۔

1۔ جسمانی ریمانڈ (Physical Remand)

جسمانی ریمانڈ کا مطلب یہ ہے کہ گرفتار شدہ ملزم تھانہ میں زیر حراست رہتا ہے۔ مجسٹریٹ اگر اس نتیجے پر پہنچے کہ پولیس کو برآمدگی وغیرہ یا کسی اور مقصد کے لئے ملزم کے جسم کی ضرورت ہے تو وہ ملزم کا جسمانی ریمانڈ وقتاً فوقتاً پولیس افسران کو دیتا رہے گا۔ لیکن اس ریمانڈ کی مجموعی تعداد پندرہ دن سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ اس جسمانی ریمانڈ کی وجہ بھی تحریر میں لائی جائے گی۔

اس جسمانی ریمانڈ کا مطلب پولیس کی طرف سے ملزم پر تشدد سمجھا جاتا ہے حالانکہ قانون کی یہ منشاہر گز نہیں ہے۔ یہ افسوس ناک بات ہے کہ ہمارے ہاں تفتیش کا مطلب ہی مار پٹائی اور تشدد سمجھ لیا گیا ہے۔ پولیس جس طرح دوران ریمانڈ ملزم کے ساتھ سلوک کرتی ہے وہ مہذب قوموں کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ اس رویے کی بناء پر پولیس کو خوف اور نفرت کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ گرفتار شدہ شخص کے دوست، رشتہ دار صرف اس بات کے لئے پولیس کو بھاری رقوم دیتے ہیں کہ وہ جسمانی ریمانڈ نہ لے بلکہ جوڈیشل ریمانڈ لے اور مدعی پارٹی پولیس کو بھاری رقم اس لیے دیتی ہے کہ وہ دوران ریمانڈ ملزم پر جسمانی تشدد کرے۔ جب کہ قانون کہتا ہے کہ گرفتار ملزم پر اگر دوران حراست تشدد کیا گیا ہے تو علاقہ مجسٹریٹ سے میڈیکل کرانے کا حکم حاصل کیا جا سکتا ہے تاکہ پولیس کی طرف سے کیا گیا تشدد ثابت ہونے پر پولیس کے خلاف کارروائی کی جاسکے۔

2۔ جوڈیشل ریمانڈ (Judicial Remand)

جوڈیشل ریمانڈ کا مطلب ملزم کو جیل بھجوانا ہوتا ہے۔ اگر پولیس افسر استدعا کرے کہ تفتیش مقدمہ مکمل ہے یا مزید تفتیش کی ضرورت نہ ہے تو مجسٹریٹ ملزم کو عدالتی ریمانڈ پر جیل بھجوا سکتا ہے۔

ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اگر تفتیشی افسر مزید ریمانڈ جسمانی کی استدعا کرے تو مجسٹریٹ مزید ریمانڈ جسمانی کی اجازت دینے سے انکار کرتے ہوئے ملزم کو عدالتی ریمانڈ پر جیل بھجوا سکتا ہے۔ اس کے لئے مجسٹریٹ چند امور کو مد نظر رکھے گا۔

1۔ مجسٹریٹ اگر مناسب سمجھے کہ تفتیش مقدمہ مکمل ہے۔

2۔ مجسٹریٹ اگر مناسب سمجھے کہ مزید تفتیش کی غرض سے جسمانی ریمانڈ دینا مناسب نہیں ہے۔

3۔ ملزم کے خلاف بظاہر کوئی مقدمہ نہ بنتا ہو۔
4۔ تمام برآمدگیاں مکمل ہو چکی ہوں۔

قانونی تقاضا یہ ہے کہ ملزم کو تھانے کی عمارت میں رکھا جائے۔ کئی تھانیدار تشدد کرنے کے لئے پرائیویٹ مکان حاصل کرکے ملزموں کو ایسے پرائیویٹ مکانوں میں رکھتے ہیں جو سراسر غیر قانونی ہے۔ اس کے علاوہ ان کو بھی جن کی گرفتاری ریکارڈ میں موجود نہیں ہوتی انہیں بھی ایسے ٹارچر سیلز میں رکھا جاتا ہے۔ لہٰذا ایسے مکانوں پر چھاپہ ڈلوا کر تھانیدار کے خلاف پرچہ درج کروایا جاسکتا ہے۔ سی آئی اے کا دفتر تھانہ نہیں ہوتا، اسی طرح کرائم برانچ کا دفتر بھی تھانہ نہیں ہوتا اس لیے ملزمان کو سی آئی اے کے دفتر میں رکھنا خلاف قانون سمجھا جائے گا۔

پولیس یا کوئی تحقیقی ادارہ کسی ملزم کی گرفتاری کے بعد عدالت سے ریمانڈ کی استدعا کرتی ہے اور عدالت پولیس کی طرف سے دی گئی درخواست کی جانچ پڑتال کرکے ریمانڈ دینے کا حکم دیتی ہے، ریمانڈ کے وقت ملزم کو بھی بولنے کا موقع دیا جاتا ہے اگر عدالت کو لگے کہ ملزم کو جھوٹے مقدمہ میں پکڑا گیا ہے تو عدالت اسی وقت ملزم کو ڈسچارج کرنے کا حکم دے سکتی ہے۔ تاہم ریمانڈ کا مقصد صرف ملزم کی جسمانی تحویل پولیس کے حوالے کرنا ہے ریمانڈ کے دوران ملزم پر تشدد کی اجازت نہیں ہوتی۔ یہ تمام معاملات پولیس رولز کے ساتھ ساتھ سپریم کورٹ نے بھی اپنے مندرجہ ذیل فیصلوں میں واضح کئے ہیں:

Rule 25.56 (1) of Police rules 1934, PLD 1978 SC 236, AIR 1969 SC 1014, 1984 PrCLJ 2588 PLD 2001 SC 607

ملزم کی گرفتاری کے وقت ملزم کے حقوق

1986 PCRLJ 493 کے مطابق قانون کسی عام شہری کو یہ حق بھی دیتا ہے کہ جب اس نے کوئی قابل دست اندازی جرم نہ کیا ہو مگر پھر بھی پولیس اسے پکڑنے کی کوشش کرے تو وہ شخص اپنے دفاع کا حق رکھتا ہے اور خود کو بچانے کے لئے مکمل مزاحمت کر سکتا ہے[41]۔

اعلیٰ عدلیہ نے اپنے فیصلہ میں قرار دیا ہے کہ اگر کسی بے گناہ شخص کو جو نہ کسی مقدمہ میں مطلوب ہو اور نہ ہی اس نے کوئی جرم کیا ہو تو ایسے شخص کو تعزیرات پاکستان کی دفعہ 101 کے تحت اپنے دفاع کا حق حاصل ہے۔ اگر پولیس کسی کو گرفتار بھی کرتی ہے تو منطقی طور پر یہ بات سمجھ لینی آسان ہے کہ جب قانون نے ملزم کو یہ حق دیا ہے کہ وہ گرفتاری کے بعد اپنے گھر سے بستر اور کپڑے منگوا سکتا ہے، دوست احباب اور وکلاء سے ملاقات کر سکتا ہے تو یہ سب قانونی حقوق ایسی حالت میں کیونکر پورے ہوں گے جب ملزم کو کسی خفیہ مقام پر پابند رکھا جائے۔

[41] 1986 PCRLJ 493

ہتھکڑی کی قانونی حیثیت

ملزم یا مجرم کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ اگر پولیس کسی شخص کو گرفتار کرنا چاہے تو پولیس کے لئے فقط اتنا کافی ہے کہ وہ گرفتار ہونے والے کے جسم کو چھو کر یا اسے پابند کردے اور اگر گرفتار ہونے والا شخص خود اپنے عمل یا الفاظ سے خود کو افسر کے حوالے کر دے تو اس شخص کے جسم کو چھونے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ اس کو سپریم کورٹ آف پاکستان نے 1963 کے ایک فیصلے PLD 1963 SC 109 میں بیان کیا ہے۔

کریمنل پروسیجر کوڈ کے سیکشن 46 کے تحت تشریح میں یہ بھی درج ہے کہ گرفتار کرنے کے لئے ہتھکڑی لگانا ضروری نہ ہے، ہتھکڑی محض بھاگ جانے سے روکنے لئے لگائی جاتی ہے[42]۔ پشاور ہائی کورٹ کے فیصلہ PLD 1960 Pesh 74 کے مطابق پولیس کا کسی شخص کو اپنے پاس روکے رکھنا اور رسمی گرفتاری میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جب پولیس کسی کو روکے رکھتی ہے تو وہ گرفتار سمجھا جاتا ہے۔ گرفتاری کو قانونی بنانے کے لئے ضروری نہ ہے کہ اسے ہتھکڑی بھی لگائی جائے یا اسے پولیس کے یا عدالتی قید خانہ میں ڈالا جائے۔

پولیس حراست میں ملزم پر تشدد یا اس کی موت

ہمارے ہاں بسا اوقات ملزم پولیس کسٹڈی میں جاں بحق ہو جاتا ہے اور کبھی جعلی مقابلے میں مار دیا جاتا ہے۔ یہ بھی غیر قانونی ہے اور ملزم کے حقوق کے خلاف ہے۔ لاہور ہائی کورٹ نے اپنے ایک فیصلے PLD 1997 Lah 135 میں اس کو واضح کیا ہے: پولیس کی طرف سے ماورائے عدالت قتل انتہائی قابل مذمت فعل ہے، کیونکہ اس سے پولیس کے نظام سے اعتماد اٹھ جاتا ہے اور یہ فعل نہ صرف قانون کی خلاف ورزی ہے بلکہ یہ پولیس کی طرف سے وحشیانہ اور غیر انسانی فعل ہے۔ ایسے واقعات سے معاشرہ میں قانون کا احترام ختم ہو کر رہ جاتا ہے اور عدالتی نظام پر اعتماد ختم ہو کر رہ جاتا ہے۔ قانون کے تحت پولیس صرف ملزم کو گرفتار کر سکتی ہے تاکہ اس پر قانون کے مطابق مقدمہ چلایا جاسکے اور وہ اس سے تجاوز نہیں کر سکتی۔ پولیس کسی ملزم کی گرفتاری کے لئے معقول طاقت کا استعمال کر سکتی ہے لیکن گرفتاری کے بعد ملزم کو مار دینا نہ صرف غیر قانونی فعل بلکہ غیر انسانی فعل بھی ہے[43]۔

مندرجہ بالا فیصلے میں لاہور ہائی کورٹ نے واضح طور پر کہہ دیا کہ پولیس کا کام فقط گرفتار کرنا ہے۔ جب کسی ملزم کو گرفتار کر لیا ہے تو اب پولیس اسے مار نہیں سکتی، تشدد نہیں کر سکتی۔ بلکہ اسے عدالت کے سامنے پیش کرے۔ ملزم کو مارنا یا اس پر تشدد کرنا غیر انسانی فعل ہے۔ قانونی طور پر ناقابل دست اندازی جرم میں پولیس صرف روزنامچہ

---

[42] PLD 1963 SC 109
[43] PLD 1997 Lah 135

واقعاتی میں وقوعہ کی بابت تحریر درج کر سکتی ہے، کوئی کاروائی یا تفتیش مجسٹریٹ کی اجازت کے بغیر نہیں کر سکتی:
2008 PCRLJ 1358 ،2011 YLR 294۔

1997 MLD 1463 کے فیصلے میں درج ہے کہ ملزم کے علاوہ عام عوام کے حقوق میں سے بھی ہے کہ اگر پولیس کو کسی پر شک ہو تو پولیس کریمنل پروسیجر کوڈ کے سیکشن 51 کے تحت فقط ایک بار تلاشی لے سکتی ہے۔ اگر پولیس نے دوسری بار تلاشی لی تو پولیس کا یہ فعل بھی شک سے خالی نہیں اور غیر قانونی ہو سکتا ہے۔

ایف آئی آر کی قانونی حیثیت اور ایف آئی آر کی بنیاد پر ملزم پر تشدد

ہمارے ہاں بسا اوقات پولیس ایف آئی آر کی بنیاد پر ملزم کو مار مار کے حشر کر دیتی ہے، اور جب کوئی شخص کسی کے خلاف ایف آئی آر درج کروا دیتا ہے تو سمجھا جاتا ہے کہ اب کسی نہ کسی طرح سے ملزم سے اس ایف آئی آر میں درج ایک ایک بات کا اعتراف کروانا لازم ہے۔ یہ سراسر غیر قانونی ہے۔ ایف آئی آر میں سچ اور جھوٹ دونوں کا احتمال موجود ہے۔ ایف آئی آر فقط ایک شخص کا بیان ہے جو پولیس نے درج کیا ہے۔ ایف آئی آر تو عدالت میں بھی بطور ثبوت یا شہادت کے پیش نہیں کی جا سکتی۔

1995 PCr.LJ 811 (b) کے واضح فیصلے کے مطابق فرسٹ انفارمیشن رپورٹ (ایف آئی آر) بنیادی شہادت نہیں ہے اور اسے صرف شکایت کنندہ کے اس بیان کی تائید یا تنقیص کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے جو وہ حلف پر عدالت کے سامنے دیتا ہے۔

ایف آئی آر کی قانونی حیثیت پر چند سطور پیش ہیں، جن کے بعد یہ سمجھنا آسان ہو گا کہ اگر ایف آئی آر کی قانونی حیثیت فقط اس قدر ہے تو اس کی بنیاد پر کسی پر تشدد کرنا، مارنا، بے جا گرفتار کرنا، بلاوجہ ہتھکڑی لگانا کیونکر قانونی ہو سکتا ہے۔ سپریم کورٹ آف پاکستان PLJ 1976 SC 3 کے مطابق ابتدائی رپورٹ کو کسی مقدمہ کی بنیادی شہادت شمار کرنا غلطی ہے۔ اسی طرح سپریم کورٹ 1971 SCMR 398 کے مطابق ابتدائی رپورٹ کو اطلاع دہندہ کی تائید یا تردید میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔

اس کے باوجود اگرچہ ابتدائی رپورٹ استغاثہ کی بنیاد رکھتی ہے۔ اس کا ٹھوس یا کھوکھلا ہونا، جیسی کہ صورت ہو، اس سے آخری نتائج کا تعین باعث ہوتا ہے۔ رپورٹ ابتدائی سے کہانی استغاثہ کے متعلق ایک نظریہ قائم کرنے میں مدد ملتی ہے۔ تاہم اس کو بنیاد بنا کر کسی ملزم کو سزا یاب نہیں کیا جا سکتا[44]۔ بطور شہادت کے اس کی کوئی قیمت نہ ہے[45]۔

[44] 1968 PCr.LJ 309
[45] PLD 1979 SC (AJ & K) 130

گرفتار شخص کی مجسٹریٹ کے سامنے پیشی کی مدت

آئین پاکستان کے آرٹیکل 10 بی کے مطابق:

Every person who is arrested and detained in custody shall be produced before a magistrate within a period of twenty-four hours of such arrest, excluding the time necessary for the journey from the place of arrest to the court of the nearest magistrate, and no such person shall be detained in custody beyond the said period with out the authority of a magistrate[46].

ہر اس شخص کو جسے گرفتار کیا گیا ہو اور نظر بند رکھا گیا ہو، مذکورہ گرفتاری سے چوبیس گھنٹہ کے اندر کسی مجسٹریٹ کے سامنے پیش کرنا لازم ہو گا لیکن مذکورہ مدت میں وہ وقت شامل نہ ہو گا، جو مقام گرفتاری سے قریب ترین مجسٹریٹ کی عدالت تک لے جانے کے لئے درکار ہو اور ایسے کسی شخص کو کسی مجسٹریٹ کی اجازت کے بغیر مذکورہ مدت سے زیادہ نظر بند نہیں رکھا جائے گا۔

AIR 1955 All 138 (DB) میں واضح ہے کہ پولیس جب کسی ملزم کو گرفتار کرتی ہے تو پولیس پر لازم ہے کہ وہ چوبیس گھنٹے کے اندر اسے متعلقہ مجسٹریٹ کے سامنے پیش کرے۔ یہ چوبیس گھنٹے کا وقفہ لازم نہیں ہے بلکہ قانونی طور پر کسی پولیس افسر کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی بھی شخص کو ایک گھنٹہ بھی اپنی حراست میں رکھے سوائے اس کے کہ حالات کے مطابق معقول وجہ ہو۔

اسی طرح پشاور ہائی کورٹ بھی PLD 1960 pesh 74 میں چوبیس گھنٹے سے زائد حراست میں رکھنا پولیس کے لئے قطعی غیر قانونی قرار دے چکی ہے۔

پولیس کے سامنے کئے گئے اعتراف کی قانونی حیثیت

اوپر کی سطور میں ہم نے بیان کیا کہ پولیس کے پاس اختیار حاصل نہیں کہ وہ ملزم کو مارے۔ بلکہ وہ عدالت میں پیش کرنے کی پابند ہے۔ لیکن اگر پولیس کسی شخص سے بیان دلواتی ہے، حتی کہ اس سے اقبال جرم بھی کروالیتی ہے تو یہ بھی عدالت میں بطور شہادت کے پیش نہیں کیا جاسکتا بلکہ عدالت میں جرم کو گواہوں کے ساتھ ثابت کرنا لازم ہوگا۔ AIR1930Rang227 میں تفصیلاً واضح ہے کہ پولیس کو اقبالی بیان لینے کا اختیار حاصل نہیں ہے۔ قانون تو یہ کہتا ہے کہ اگر پولیس کے سامنے ملزم اقبال جرم کرلے تب بھی اس کا یہ بیان ملزم کے خلاف قابل قبول نہ ہوگا۔ جب پولیس کے روبرو بیان ملزم کا اقبال جرم ہو تو یہ دفعہ ہذا (162) کی پابندی سے آزاد ہوگا اور ملزم کے خلاف قابل قبول نہ ہوگا؛ AIR 1919 Lah 466۔

[46] Article 10 (B), Constitution of Pakistan

اسی طرح لاہور ہائی کورٹ کا فیصلہ PLD 1950 Lah 364 موجود ہے کہ جب ملزم کا پولیس کے روبرو بیان اقبال جرم نہ ہو تو ایسا بیان دفعہ ہذا (162) کے تحت شہادت میں قابل قبول نہ ہوگا۔

1990 MLD 622 کے قانونی فیصلہ کے مطابق پولیس کے تشدد، دباؤ کی وجہ سے دیا گیا بیان کسی صورت قبول نہیں ہوتا بلکہ اگر عدالت میں پولیس کا تشدد ثابت ہو جائے تو اس پولیس والے کے خلاف قانونی کاروائی کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ پولیس کو دیا گیا بیان تو دور، عدالت میں مجسٹریٹ کے سامنے ملزم اگر بیان دینا چاہتا ہے، وہ اقبال جرم کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے بھی قانونی تقاضے پورے کرنے ہوں گے۔ مثلا: اگر کوئی مجبوری نہ ہو تو اقبال جرم یا بیان کھلی عدالت میں قلمبند کرنا چاہئے اور پولیس کو عدالت کے باہر چلے جانے کا حکم دے دینا چاہئے۔ اسی طرح ملزم کو سوچ بچار کا موقع بھی فراہم کرنا چاہئے اور اس دوران اس کے پاس کسی شخص کو نہیں جانے دینا چاہئے تاکہ وہ اس کے بیان پر اثر انداز نہ ہو۔ اگر کوئی ملزم جسے پولیس نے بغرض اقبال جرم بیان دینے کے لئے عدالت کے روبرو حاضر کیا ہو لیکن ملزم ایسا بیان دینے سے انکار کر دے تو ملزم کو پولیس کے حوالے نہیں کیا جائے گا۔ جب قانون نے مجسٹریٹ کے سامنے بھی ملزم کو بیان دینے یا اقبال جرم کرنے پر اس قدر آسانی اور حقوق دیئے ہیں تو پھر پولیس کا تشدد سے بیان لینا کیسے جواز بن سکتا ہے۔

Confessional statement. Two essential requirements, (i) made voluntarily, and (ii) must be proved at the trial. Absence of these requirements, confession not a legal piece of evidence[47].

قانون کہتا ہے کہ اقبال جرم کے دو لازمی اجزاء ہیں، 1: رضاکارانہ (آزادی) سے دیا گیا ہو، 2: ٹرائل کے دوران ثابت ہو جائے۔ ان لوازمات کی عدم وجودگی کی صورت میں اقبال جرم قانونی شہادت نہ ہے۔

Confession of accused in custody of police. Accused in custody of police for three or four days. Confession not voluntary[48].

اسی طرح، پولیس کی حراست میں کیا گیا اقبال جرم، ملزم پولیس کی حراست میں تین چار دن رہا۔ (اس حالت میں اس نے پولیس کے سامنے اقبال جرم کیا)، یہ اقبال جرم آزادانہ نہیں ہے (لہٰذا قابل قبول نہ ہوگا)۔

Extra judicial confession. A very weak type of evidence, an accused cannot be believed to open his mouth with regard to the performance of his criminal acts unless there is a reason behind it[49].

---

[47] 2003 YLR 1481
[48] 2002 PCr.LJ 1072; PLJ 2002 Cr.C. (Pesh.) 1403; PLJ 2005 SC 159
[49] 2004 MLD 910

کسی بھی اعتبار سے عدالتی اقبال جرم کے علاوہ کیا گیا اقبال جرم بہت کمزور سا ثبوت ہے، تصور کیا جاتا ہے کہ ایک ملزم کسی کے سامنے اپنے کریمنل کام کے بارے میں منہ نہیں کھولے گا جب تک کہ کوئی سبب موجود نہ ہو۔

گویا کہ یہاں بھی فقط شک ہے کہ ممکن ہے کہ ملزم نے جو اقبال جرم کیا ہے وہ دباؤ میں کیا ہو گا، اس شک کا فائدہ دیتے ہوئے اس کے اس اقبال جرم کے بنیاد کو مکمل ثبوت کی بجائے ایک کمزور ثبوت کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔

عدالت میں پیش کیا جا سکتا ہے، پھر عدالت اس کو دیکھے گی کہ اقبال جرم کس حیثیت کے شخص کے سامنے کس حالت میں کیا گیا۔اس ضمن میں لاہور ہائی کورٹ کا فیصلہ بہت واضح ہے کہ؛

Evidence of extra-judicial confession is a very weak type of evidence which is normally created when the prosecution fails to collect any tangible evidence to prove the charge and that such evidence should not be relied upon in the absence of any corroborative piece of evidence[50].

غیر عدالتی اقبال جرم ایک بہت کمزور شہادت ہے جو کہ عمومی طور پر تب پیدا کی جاتی ہے جب پراسیکیوشن مضبوط شہادت / ثبوت دینے میں ناکام ہو جاتی ہے اور اس شہادت پر کسی صورت اعتماد نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ کوئی ایسی شہادت موجود نہ ہو جو غیر عدالتی اقبال جرم کو تقویت بخشے۔

مندرجہ بالا سطور سے واضح ہے کہ پولیس کسی قسم کا تشدد نہیں کر سکتی، پولیس کے سامنے ملزم کا بیان مکمل شہادت نہیں ہے بلکہ اسے گواہوں سے ثابت کرنا ہو گا۔اگر پولیس تشدد کرتی ہے تو اس کے خلاف کاروائی ہو سکتی ہے۔

قانونی بحث کے اس حصہ سے ملزم کے جو حقوق ہمارے سامنے واضح ہوتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

1. پولیس کسی کو بلاوجہ گرفتار نہیں کر سکتی۔ اگر کسی ایسے شخص کو گرفتار کرے جو کسی بھی مقدمہ میں مطلوب نہ ہو، اس نے کوئی جرم نہ کیا ہو تو وہ اپنا دفاع کر سکتا ہے۔گرفتاری کے لئے ہتھکڑی لگانا ضروری نہیں، بلکہ ملزم کو کہہ دینا ہی کافی ہے۔ ہتھکڑی فقط بھاگنے سے روکنے کے لئے لگائی جاتی ہے نہ کہ گرفتاری کے لئے۔
2. پولیس ملزم کو اپنے دوست، احباب، وکیل سے ملنے سے نہیں روک سکتی، اسے گھر سے بستر وغیرہ منگوانے سے نہیں روک سکتی۔
3. ملزم کو اپنے فیئر ٹرائل کا حق آئینی طور پر حاصل ہے جسمانی ریمانڈ کی صورت میں پولیس کو اجازت نہیں کہ وہ ملزم کو مارے یا تشدد کرے۔

[50] PLJ 2008 Cr.C. (Lahore) 697 (DB)

4. پولیس کو کسی پر شک ہو تو فقط ایک بار تلاشی لے سکتی ہے، دوبارہ تلاشی لینا غیر قانونی ہو سکتا ہے۔ پولیس کی درج کردہ ایف آئی آر کی بنیاد پر کسی ملزم کو مجرم قرار نہیں دیا جا سکتا۔ محض ایف آئی آر قانونی ثبوت نہیں ہے۔
5. محض پولیس کو دیا گیا بیان قانونی سزا و جزاء کے لئے ناکافی ہے بلکہ عدالت اس کی جانچ پڑتال کرے گی، گواہوں سے اس کو ثابت کرے گی۔ اگر ثابت ہو تو سزا ہو گی۔ پولیس ملزم کو بلاوجہ قید میں نہیں رکھ سکتی۔ جلد سے جلد متعلقہ مجسٹریٹ کے سامنے پیش کرنا ضروری ہے، تاخیر کی صورت میں معقول وجہ بتانا ہو گی۔
6. پولیس کا کسی بھی ملزم کو چوبیس گھنٹے سے زیادہ حراست میں رکھنا غیر قانونی ہے۔
7. ملزم کا حق ہے کہ اس کے خلاف جو گواہی پولیس کو دی گئی ہے، اس کی نقول حاصل کرے تاکہ اپنا مکمل دفاع کر سکے۔ ملزم کے خلاف گواہان کا بیان جو پولیس کے روبرو ہو وہ بھی مکمل شہادت نہ ہے، فقط اس بیان کی بنیاد پر سزا و جزاء نہیں ہو سکتی۔ یہ عدالت کا کام ہے کہ عدالت جانچے کہ لگائے گئے الزامات درست ہیں یا نہیں۔
8. اقبال جرم کے لئے بھی ملزم کو مکمل آزادانہ ماحول میسر کرنا ضروری ہے۔

خلاصہ بحث

قاعدہ اصولیہ کے مطابق انسان میں اصل بری الذمہ ہونا ہے لہٰذا کسی بھی انسان کو مجرد تہمت کی بنیاد پر حراست میں لینا یا جبر و تشدد کرنا جائز نہیں ہے۔ اسلامی اور قانونی نقطہ نظر سے ملزم کے ساتھ برتاؤ کی درج ذیل صورتیں ہوں گی۔

- اگر ملزم پہلے سے کوئی مجرمانہ ریکارڈ نہیں رکھتا اور اس کی نیک نامی مشہور ہے تو ایسے ملزم کو مجرد تہمت کی بنیاد پر حراست میں لینا یا تشدد کرنا درست نہیں ہے۔
- اگر ملزم غیر معروف ہو، اس کے نیک یا بد ہونے سے متعلق واضح نہ ہو یا وہ ایسا شخص ہو جو پہلے سے مجرمانہ ریکارڈ رکھتا ہو تو اس کو تفتیش کے لئے حراست میں لینا جائز ہے۔
- ایسا ملزم جو فسق و فجور میں معروف ہو، اس پر تہمت لگنے کی صورت میں حراست میں لینا یا تشدد کرنا جائز ہے لیکن دورانِ تشدد شرعی اصولوں کو ملحوظِ خاطر رکھنا ضروری ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.